غیر رسمی معیشت اور بجٹ سازی

راوی ٹاؤن (لاہور) پاکستان

ویمن ان انفارمل ایمپلائمنٹ
گلوبلائزنگ اینڈ آرگنائزنگ
(WIEGO) کیلئے تحریر کی گئی
خاور ممتاز اور نادیہ سلیم
کی رپورٹ کا خلاصہ

از ڈیبی بڈلینڈر

غیر رسمی معیشت اور بجٹ سازی

راوی ٹاؤن (لاہور) پاکستان

ویمن ان انفارمل ایمپلائمنٹ

گلوبلائزنگ اینڈ آرگنائزنگ

(WIEGO) کیلئے تحریر کی گئی

خاور ممتاز اور نادیہ سلیم

کی رپورٹ کا خلاصہ

از ڈیبی بڈلینڈر

شرکت گاہ
ویمنز ریسورس سنٹر

جملہ حقوق بنام شرکت گاہ محفوظ ہیں 2010ء

ادارت : عارفہ نازلی

کمپوزنگ/ڈیزائنگ : عبدالستار/محمد عاصم

پرنٹر : شاہد پرویز (کریٹو ڈیزائننگ اینڈ پرنٹنگ)

پبلشر : شرکت گاہ، ویمنز ریسورس سنٹر

P.O. Box. 5192 لاہور، پاکستان

مالی معاونت : ویمن ان انفارمل ایمپلائمنٹ گلوبلائزنگ اینڈ آرگنائزنگ (WIEGO)

اس کتاب کی تیاری کے سلسلے میں ہم نورین توکل، نصرت پروین اور خاور ممتاز کے انتہائی مشکور ہیں۔

فہرست

تعارف ____ 5

حصہ اول — پاکستان کے محنت کش ____ 7

حصہ دوم — راوی ٹاؤن کے گھریلو کارکن، پھیری والے اور کوڑا کرکٹ چُننے والے ____ 11

حصہ سوم — حکومتی بجٹ ____ 17

آئندہ کا لائحہ عمل ____ 23

تعارف

یوں تو پاکستان میں غیر رسمی پیداواری شعبہ بہت وسیع ہے جس کا تقریباً تین چوتھائی (73 فیصد) غیر زرعی ملازمتوں پر مشتمل ہے۔ غیر رسمی پیداواری شعبہ کے کارکنوں میں اپنا کام کرنے والوں کے ساتھ ساتھ معمولی تجارت سے لے کر رکشہ چلانے اور جوتے پالش کرنے والے بھی شامل ہیں۔ معیشت میں ان کا حصہ کل قومی پیداوار (GNP) کا تقریباً 36.8 فیصد بنتا ہے۔

موجود اعداد و شمار غیر رسمی پیداواری شعبہ میں کیے جانے والے تمام کاموں کا احاطہ نہیں کرتے خصوصاً عورتوں کے کام کو پوری طرح شمار نہیں کیا جاتا۔ حالیہ حکومتی دستاویزات مثلاً درمیانی مدت کا ترقیاتی فریم ورک (MTDF)، غربت مٹاؤ لائحہ عمل کی دستاویزات (PRSP)، قومی عمل منصوبہ برائے خواتین کی ترقی 1998، اور قومی پالیسی برائے خواتین کی ترقی و بااختیاری 2008ء میں یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ بہت سی خواتین غیر رسمی پیداواری شعبہ سے منسلک ہیں لیکن حکومت نے ان کی مدد کیلئے بہت کم اقدامات اٹھائے ہیں۔

اس کتابچے میں یہ جائزہ لیا گیا ہے کہ کس طرح بالواسطہ یا بلاواسطہ مقامی، صوبائی اور قومی بجٹ غیر رسمی پیداواری شعبہ کے کارکنوں خصوصاً خواتین کارکنوں کی مدد کرتے یا ان کیلئے مشکلات پیدا کرتے ہیں۔ اس میں صوبہ پنجاب کے دارالحکومت لاہور کے راوی ٹاؤن میں واقع محلّہ شاہدرہ میں کارکنوں کے مندرجہ ذیل تین گروپس کی کیس سٹڈی کی گئی:

1۔ گھر میں اُجرت پر کام کرنے والے محنت کش

2۔ پھیری والے

3۔ کوڑا کرکٹ چننے والے

کتابچے کا پہلا حصہ پاکستان میں افرادی قوت کے بارے میں ہے، دوسرا حصہ کیس سٹڈی میں کارکنوں کے حالات کا احاطہ کرتا ہے جبکہ تیسرے حصے میں وفاقی، صوبائی اور مقامی بجٹوں پر نظر ڈالی گئی ہے اور ان مواقعوں کی نشاندہی کی گئی ہے جہاں بجٹ مختص کر کے غیر رسمی پیداواری شعبہ میں خواتین کارکنوں کی مدد کی جاسکتی ہے۔

حصہ اول

پاکستان کے محنت کش

اعداد وشمار

آبادی کے اعتبار سے پاکستان دنیا کا چھٹا بڑا ملک ہے۔اس کے 16 کروڑ 24 لاکھ شہریوں کا48 فیصد حصہ خواتین پر مشتمل ہے۔کل آبادی کا دوتہائی دیہی علاقوں میں رہائش پذیر ہے۔

2001-02ء میں جاری کردہ سرکاری اعداد وشمار کے مطابق پاکستان کی آبادی کا34.5 فیصد حصہ غریبوں پر مشتمل تھا۔ 5 سال بعد 2006-07ء میں یہ تعداد 22.3 فیصد تھی۔لیکن بہت سے لوگوں کا کہنا ہے کہ حالیہ اعداد وشمار ایک ایسے سروے پر مشتمل ہیں جس میں انٹرویو کیلئے گھرانوں کا چناؤ جانبدارانہ تھا۔غریبوں کی 80 فیصد تعداد دیہی علاقوں میں رہتی ہے۔

2007-08ء میں ملک میں محنت کشوں کی تعداد تقریباً 5.18 کروڑ تھی۔ان میں برسرِ روزگار لوگوں کے علاوہ وہ لوگ بھی شامل تھے جو کام کی تلاش میں تھے صرف 21 فیصد خواتین، محنت کشوں کے ان اعداد وشمار میں شامل تھیں اور ان عورتوں کی تعداد تیزی سے بڑھی ہے کیونکہ 2001-02ء کے اعداد وشمار کے مطابق محنت کشوں میں خواتین کی تعداد صرف 16 فیصد تھیں۔

محنت کش عورتوں کی تعداد میں اضافے کی دو وجوہات ہیں:

اول) سماجی طور پر عورتوں کے ملازمت کرنے کو قبول کیا جا رہا ہے

دوم) غربت زیادہ سے زیادہ عورتوں کو مجبور کر رہی ہے کہ وہ خاندان کی آمدن کو بڑھائیں

پاکستان میں زراعت کو غیر رسمی پیداواری شعبہ کی تعریف سے باہر رکھا گیا ہے۔ اس تعریف کو دیکھیں تو 08-2007ء میں 1.98 کروڑ لوگ غیر رسمی پیداواری شعبے میں کام کر رہے تھے جو کُل ملازمتوں کا تقریباً 40 فیصد ہے اور تقریباً تین چوتھائی (73 فیصد) غیر زرعی ملازمتوں پر مشتمل ہے۔

سرکاری اعداد و شمار کے مطابق غیر رسمی پیداواری شعبے کے کارکنوں کی 91 فیصد تعداد، مردوں پر مشتمل ہے۔ غیر رسمی پیداواری شعبے میں موجود خواتین کی آدھی سے زیادہ تعداد ملازمت پیشہ ہے اور 28 فیصد اپنا کاروبار کرتی ہیں۔ 20 فیصد گھر پر بغیر معاوضے کے کام کرنے والوں کے طور پر کام کرتی ہے۔ کوئی بھی عورت بطور آجر، ریکارڈ کا حصہ نہیں ہے۔

پاکستان میں برسرِ روزگار لوگوں کا تقریباً آدھا حصہ یعنی 45 فیصد زرعی شعبے سے، 35 فیصد خدمات کے شعبے سے (خدمات کے شعبے میں خواتین بطور گھریلو ملازمین اور کپڑوں کی سلائی وغیرہ کا کام کرتی ہیں) اور 20 فیصد مصنوعات کی تیاری کے شعبے سے وابستہ ہیں۔ مصنوعات کی تیاری میں غیر رسمی کام میں مصروف عورتیں، گھر پر ٹھیکے پر کام کرنے اور خاندان کے کسی فرد کی سربراہی میں ایسے غیر رجسٹرڈ یونٹوں میں بغیر تنخواہ کے کام کرتی ہیں جو چھوٹے موٹے مصنوعی زیور، زردوزی اور تسبیح وغیرہ بناتی ہیں۔

غیر رسمی پیداواری شعبہ میں خواتین کارکنوں کی حالت

جیسا کہ پہلے ذکر ہوا کہ سرکاری اعداد و شمار میں خواتین کو بہت کم غیر رسمی کارکن کے طور پر شمار کیا گیا ہے لیکن دوسرے مطالعوں (Studies) اور ہمارے اپنے مشاہدے کے مطابق بہت سی خواتین غیر رسمی کارکن کے طور پر کام کر رہی ہیں۔ مثال کے طور پر حکومت کے غُربت کا شراکتی تجزیہ برائے 2003ء میں خواتین کو ملک بھر میں غیر رسمی کام کرتے

پایا گیا ہے۔ بس ان کے کام کو اکثر شمار نہیں کیا جاتا کیونکہ ایک تو وہ کاروبار کی مالک ظاہر نہیں ہوتیں اور اکثر بغیر معاوضے کے کام کرتی ہیں چونکہ ان کا کام اکثر گھر کے اندر ہوتا ہے جس کی وجہ سے یہ عوام اور حکومت کی نگاہ سے اوجھل ہی رہتا ہے۔

2001ء میں کراچی میں خواتین کارکنوں کے ایک جائزے کے مطابق غیر رسمی کارکنوں کے بچوں کی تعداد رسمی شعبے میں کام کرنے والے کے بچوں سے زیادہ پائی گئی۔ ان کارکنوں کی 37 فیصد تعداد گھروں میں مصروفِ کار تھی جبکہ 32 فیصد چھوٹے کاروباری اداروں اور 31 فیصد بڑے اداروں میں کام کرتی تھی۔ غیر رسمی کارکنوں کی آمدن کم تھی اگرچہ وہ رسمی کارکنوں کی نسبت زیادہ دیر کام کرتی تھیں۔ دوسرے مطالعہ جات میں بھی اسی طرح کی صورتحال سامنے آئی ہے۔

پنجاب

پاکستان کی آدھی سے زیادہ آبادی (55.6 فیصد) صوبہ پنجاب میں سکونت پذیر ہے۔ اس کا دارالحکومت لاہور، ملک کا دوسرا بڑا شہر ہے۔ پنجاب میں شہری غربت کی شرح 26 فیصد اور دیہی شرح 36 فیصد ہے۔ شہری علاقوں میں غریبوں کی زیادہ تعداد کچی آبادیوں میں رہتی ہے۔

پنجاب کے محنت کشوں کا 43 فیصد زرعی شعبے سے وابستہ ہے جبکہ 13 فیصد رسمی شعبے اور 43 فیصد غیر رسمی شعبے سے۔ 08-2007ء میں پنجاب کے 4.2 کروڑ محنت کشوں کا ایک تہائی خواتین پر مشتمل تھا۔ ان خواتین میں سے 71 فیصد زرعی شعبے میں، 6 فیصد رسمی شعبے میں اور 23 فیصد غیر رسمی کام کر رہی تھیں۔

پنجاب کی غیر رسمی پیداواری شعبے سے منسلک خواتین کارکنوں کا 52 فیصد حصہ ملازمت میں تھا، 27 فیصد اپنے ذاتی کاروبار میں مصروف کار تھا اور 22 فیصد گھر پر کسی ایک فرد کی سربراہی میں بغیر کسی معاوضے کے کر رہا تھا۔

INTERNET

حصہ دوم

راوی ٹاؤن کے گھریلو کارکن، پھیری والے اورکوڑا کرکٹ چُننے والے

لاہور کے ایک سرے پر واقع شاہدرہ، ایک بڑی اور گنجان آباد یونین کونسل ہے اور اس کے قریب ہی شہر کا کوڑا کرکٹ چننے والوں کا مرکز ہے۔

راوی ٹاؤن کی آبادی دیہاتوں سے اُٹھ کر آنے والوں اور مقامی رہائشیوں کا ایک مرکب ہے۔ یہاں فی گھر اوسط ماہانہ آمدنی 1771 روپے ہے جبکہ 20 فیصد کی ماہانہ آمدنی 750 روپے سے بھی کم ہے۔ بہت کم گھرانوں کے لوگ ملک کے دوسرے حصوں یا غیر ممالک میں کام کرتے ہیں۔ بیروزگاری کی شرح بہت زیادہ ہے تاہم تین چوتھائی لوگوں کے پاس اپنی رہائش گاہ ہے۔تقریباً 5 فیصد رہائشی اب بھی زرعی زمین کے مالک ہیں۔

اس جائزے کے دوران تحقیق کرنے والوں نے 61 کارکنوں کا سروے کیا۔ جن میں 22 پھیری فروشوں میں سے 7 اور 24 کوڑا چننے والوں میں سے بھی 7 اور ان کے علاوہ 15 گھریلو کارکن خواتین شامل تھیں۔

کوڑا چُننے والے

راوی ٹاؤن میں کوڑا چُننے کا کام زیادہ تر وہ افغانی کرتے ہیں جو اپنے ملک میں جنگ کی وجہ سے پاکستان چلے آئے۔

مرد، عورتیں اور بچے کوڑا اچُنتے ہیں لیکن اس کام میں عورتوں کی تعداد مردوں سے کم ہے۔ کچھ مرد یہ مانتے ہی نہیں کہ ان کے گھروں کی عورتیں بھی کوڑا اچُنتی ہیں حالانکہ کوئی بھی انہیں یہ کام کرتے دیکھ سکتا ہے۔

یہ لوگ گلیوں، مارکیٹوں اور کوڑے کے ڈھیروں سے چیزیں چُنتے اور ان کو الگ الگ کرتے جاتے ہیں۔ انہیں کاغذ، گلاس، بوتلوں، ٹوٹے ہوئے شیشوں، لوہے کا سکریپ، ہسپتالوں کا کوڑا اور پلاسٹک کے تھیلوں جیسی چیزوں کی تلاش ہوتی ہے جنہیں کہ دوبارہ قابل استعمال بنایا جاسکتا ہے۔ شام کے وقت گھر کا مرد سربراہ ان چیزوں کو الگ الگ کر کے مقامی کباڑیے کو فروخت کرتا ہے۔ یہ کباڑیے ان چیزوں کو مختلف صنعتوں میں دوبارہ استعمال یا دوسرے مقاصد کیلئے لے جاتے ہیں۔

یہ کوڑا اچُننے والے بھاری وزن بھی لے جاتے ہیں۔ ان کا کام خطرناک بھی ہوسکتا ہے خصوصاً ہسپتالوں کا کوڑا اچُننے کی صورت میں۔

ان غریب کارکنوں کو حکومت کی طرف سے سستے داموں اشیاء کی فراہمی کیلئے لگائے گئے ہفتہ وار بازاروں سے کوڑا اچُننے کیلئے کمیشن بھی ادا کرنا پڑتا ہے۔ یہ بازار ناظم کی طرف سے نامزد کردہ رضا کار مارکیٹ کمیٹیاں لگاتی ہیں۔ ان کی

DAWN

انتظامیہ چھابڑی لگانے والوں اور کوڑا چُننے والوں دونوں سے کمیشن وصول کرتی ہے اگر چہ یہ کام غیر قانونی ہے۔

کوڑا چُننے والے خاندانوں کی ماہانہ آمدنی 6 ہزار سے 8 ہزار روپے تک ہوتی ہے۔ عورتوں کی آمدنی کو خاندان کی آمدنی سے الگ نہیں رکھا جاتا۔

گھریلو کارکن

شاہدرہ کے گھریلو کارکنوں کی تعلیمی قابلیت پانچویں جماعت سے بھی کم دیکھی گئی۔ وہ اکثر ٹھیکے پر کام کرتیں اور ان کی آمدنی بھی کم اور بے قاعدہ ہوتی ہے۔ کام کیلئے ان کا انحصار ٹھیکیدار پر ہوتا ہے۔

سروے میں شامل عورتیں کپڑوں کی سلائی، کڑھائی، قالینوں کی بُنائی، کاسٹیوم جیولری، سُوٹوں کی چھپائی، شربت کی بوتلوں کی دھلائی، کُون مہندی کی تیاری، کھانا پکانے اور انرجی سیور جوڑنے کا کام کرتی ہیں۔ کپڑوں کی سلائی کرنے والیاں 7 ہزار روپے ماہانہ تک کما لیتی ہیں۔ لیکن کام ملنے میں بے قاعدگی کا مطلب ہے کہ انہیں اکثر اتنی رقم نہیں ملتی۔ کاسٹک سوڈا کے ساتھ بوتلوں کی دھلائی ایک خطرناک کام ہے اور عورتوں کو فی بوتل صرف 50 پیسے ملتے ہیں۔ مناسب آمدنی کیلئے انہیں سینکڑوں بوتلیں دھونا ہوتی ہیں۔ اس سروے میں یہ بات سامنے آئی کہ جیولری بنانے والے آمدنی میں سب سے آگے ہیں جو روزانہ 100 سے 200 روپے کما لیتے ہیں۔

APP

گھر میں کام کرنے والوں کو نامناسب حالات کا سامنا ہے۔ انہیں یہ بھی شکایت تھی کہ ٹھیکیدار اور گھر کے مرد انہیں زبانی اور جسمانی زیادتی کا نشانہ بناتے ہیں۔ ان کا عمومی مطالبہ بہتر ملازمت اور ہنر کے تربیتی مراکز کا قیام ہے۔

پھیری فروش

شاہدرہ میں مرد پھیری والے گلیوں، مارکیٹوں، بس اڈوں اور تفریحی مقامات پر ملتے ہیں۔ چیزیں بیچنے کیلئے یا تو وہ پیدل چلتے پھرتے ہیں یا پھر ہاتھ گاڑی، گدھا گاڑی یا سائیکل کا استعمال کرتے ہیں۔خواتین پھیری فروش صرف منگل، جمعہ اور اتوار کو لگنے والے ہفتہ وار بازاروں میں نظر آتی ہیں۔

سروے کے دوران منگل بازار میں پھیری والوں کا ایک چوتھائی خواتین پر مشتمل پایا گیا۔ یہ خواتین زرعی پیداوار مثلاً سبزیاں، لہسن، ادرک، لیموں، پھل اور اچار وغیرہ بیچتی ہیں۔ وہ ناخواندہ ہونے کے ساتھ ایسے گھرانوں سے تعلق رکھتی تھیں جن کے مرد بھی اسی بازار میں پھیری لگائے ہوئے نظر آئے۔ ان عورتوں کے مطابق ان کی ماہانہ آمدنی 1500 سے 6 ہزار روپے ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ انہیں ایک سٹال کیلئے 100 روپے روزانہ یا ایک ہزار روپے ماہانہ کمیشن دینا پڑتا ہے۔ بعض اوقات انتظامیہ کمیشن وصول کرنے کے باوجود ان کے سٹال اُٹھوا دیتی یا ان کی اشیاء ضبط

DAWN

کر لیتی ہے۔ ان خواتین کارکنوں کی ایک خاص شکایت کام کے دوران بچوں کی دیکھ بھال کی سہولت نہ ہونے کے بارے میں تھی۔

ان تینوں اقسام کے کارکنوں میں مشترک مسئلہ غربت کا تھا۔ خاندان بڑے تھے مگر ان کارکنوں کا صرف دسواں حصہ ایسے گھروں سے تعلق رکھتا تھا جہاں کمانے والے دو سے زائد تھے۔ اکثر کارکنوں کے خاندان اُن قرضوں کو ادا کرنے کیلئے جدوجہد کر رہے تھے جو انہوں نے رشتے داروں، آجروں، چھوٹے قرضے دینے والی تنظیموں، بینکوں اور گھروں میں کام دینے والے ٹھیکیداروں سے لیے ہوئے تھے۔

اکثر عورتوں کیلئے آمدنی حاصل کرنے کا یہ پہلا تجربہ تھا۔ کئی عورتوں کو اپنی کمائی پر مکمل کنٹرول حاصل نہیں تھا۔ کوڑا چُننے والی عورتوں کو تو اتنا بھی نہ پتہ تھا کہ ان کے کام کرنے سے گھر میں کتنے پیسے آتے ہیں۔

غیر رسمی پیداواری شعبوں سے منسلک محنت کشوں سے ملاقاتوں کے دوران شرکاء اس بات پر متفق پائے گئے کہ حکومت

انہیں سماجی تحفظ اور حفاظتی حصار مہیا کرنے میں ناکام رہی ہے۔ کچھ کارکنوں کو خوشحالی بینک اور چھوٹے قرضے دینے والی تنظیموں کے بارے معلوم تو تھا مگر بہت کم لوگ ان سہولتوں سے مستفید ہو رہے تھے۔

یہ حقیقت ہے کہ گھروں میں یا گھریلو کاروبار میں عورتوں کا کام کرنا ان کی آواز کو کمزور بناتا ہے۔ ان محنت کشوں کو منظّم کرنے کیلئے دو مرتبہ کوشش کی گئی تاکہ ان کی یونین بنا کر انہیں آواز دی جا سکے۔ ان میں سے ایک کوشش گھریلو کارکن خواتین کے ہوم نیٹ نامی نیٹ ورک نے کی جبکہ دوسری ویمن ورکرز ہیلپ لائن کی تھی تاہم ان دونوں کوششوں میں کوڑا چُننے، پھیری لگانے یا وہ عورتیں شامل نہیں تھیں جو کام تو گھر پر ہی کرتی تھیں مگر یہ ٹھیکے پر نہیں ہوتا تھا۔

حصہ سوم

حکومتی بجٹ

حکومت کی مختلف سطحوں پر بجٹ اور آمدن

پاکستان میں حکومتی انتظامی تقسیم کے مطابق ہر صوبہ ضلعوں پر مشتمل ہے، ہر ضلع کو تحصیلوں میں بانٹا گیا ہے اور ہر تحصیل کو یونین کونسلوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ لاہور جیسے بڑے شہری علاقے میں تقسیم کار سٹی حکومت، ٹاؤن اور یونین کونسل کی تین سطحوں میں ہے۔ مقامی حکومت کا اصل بجٹ ضلعی سطح پر ہوتا ہے۔

پنجاب میں 35 اضلاع ہیں۔ لاہور ایک سٹی ڈسٹرکٹ ہے جس کے 9 ٹاؤن ہیں۔ اس کی آبادی 1.2 کروڑ ہے جس میں سے 28 فیصد مضافاتی علاقوں میں رہائش پذیر ہے۔

ضلعی سطح پر ضلع ناظم منتخب ضلع کونسل کا سربراہ ہونے کے ساتھ ساتھ ضلعی انتظامیہ کا بھی ایگزیکٹو چیف ہوتا ہے۔ ضلع کونسل 3 بڑے امور کی ذمہ دار ہوتی ہے:

- قانون سازی (بشمول مقامی ٹیکسوں کا نفاذ اور ذیلی قوانین کی تیاری)
- ضلعی انتظامیہ کی نگرانی
- ضلعی بجٹ اور ترقیاتی منصوبوں کی منظوری

ہر حکومتی سطح پر خواتین کیلئے کونسل کی کل نشستوں کا ایک تہائی مخصوص کیا گیا ہے۔ کسانوں اور محنت کشوں کیلئے بھی نشستیں مخصوص ہیں۔ اضلاع کو فنڈز کا بڑا حصہ صوبے سے ملتا ہے اور صوبے کو مرکزی (وفاقی) حکومت سے۔

قومی مالیاتی کمیشن بجٹ میں صوبائی حصہ طے کرتا ہے۔ 09-2008ء میں صوبوں کو ترقیاتی منصوبوں کیلئے 213.896 ارب روپے یعنی کل قومی بجٹ کا 8.4 فیصد حصہ ملا۔ ترقیاتی بجٹ کا 60 فیصد بنیادی ڈھانچے کیلئے اور صرف 12 فیصد سماجی ترقی کیلئے ملا جو کہ تعلیم اور صحت جیسے شعبوں کا احاطہ کرتی ہے۔

صوبے، آسائشِ زندگی کی اشیاء پر ٹیکس، سیلز ٹیکس، پراپرٹی ٹیکس لگا کر زرعی زمین پٹے پر دے کر، زمین کی رجسٹری پر سٹیمپ ڈیوٹی وغیرہ عائد کر کے اپنے طور پر بھی فنڈز پیدا کرتے ہیں۔ صوبائی حکومتیں عمودی پروگراموں کے ذریعے بھی فنڈز حاصل کرتے ہیں جن کیلئے وفاقی حکومت تمام صوبوں کو مالی مسائل فراہم کرتی ہے۔ عمودی پروگراموں میں تعلیم اور صحت کے شعبے میں اصلاحات بھی شامل ہیں۔

صوبائی مالیاتی کمیشن یہ طے کرتا ہے کہ ہر ضلع کیلئے کتنی رقم مختص کی جائے۔ اضلاع کو 90 فیصد فنڈز صوبے سے ملتے ہیں۔ اس میں سے کچھ رقم آگے پنجاب کی 289 یونین کونسلوں میں تقسیم ہو جاتی ہے۔ اس رقم کا ایک حصہ تمام یونین کونسلوں میں مساوی طور پر تقسیم کیا جاتا ہے۔ دوسرا حصہ اضلاع کے سالانہ ترقیاتی منصوبوں میں بیان کردہ ضروریات کے مطابق تقسیم ہوتا ہے۔

ضلعی حکومت بھی غیر رسمی پیداواری شعبہ پر عائد کردہ ٹیکسوں سمیت کچھ ٹیکسوں کے ذریعے مزید فنڈز اکٹھے کر لیتی ہے۔ یہ ٹیکس ضلع کی کل آمدنی کا چھوٹا سا حصہ ہوتے ہیں لیکن کم آمدنی والے محنت کش کو یہ بھی کم نہیں لگے گا۔

ذیل میں دیا گیا جدول ان رقومات کو ظاہر کرتا ہے جنہیں راوی ٹاؤن، 09-2008ء میں بذریعہ ٹیکس اکٹھا کرنے کی امید رکھتا تھا لیکن ان سے غیر رسمی پیداواری شعبے سے منسلک کارکن متاثر ہو سکتے ہیں۔

راوی ٹاؤن میں غیر رسمی کارکنوں کو متاثر کرنیوالے مقامی ٹیکس 09-2008ء

مجوزہ کل آمدن	157,880,000روپے
تخمینہ محاصل	**رقم روپوں میں**
جانوروں کیلئے فیس	9,000,000
ہاتھ گاڑیوں پر ٹیکس	200,000
ٹانگہ/ چھکڑا ٹیکس	150,000
کار/ موٹرسائیکل/ سائیکل پارکنگ فیس	1,800,000
آوارہ جانوروں پر جُرمانہ	300,000

ضلعی سطح پر ترقیاتی بجٹ اس رقم پر مشتمل ہوتا ہے جو اخراجات مثلاً تنخواہیں وغیرہ اور دوسری ادائیگیوں کے بعد باقی بچ گئی ہو۔ 2001ء سے ترقیاتی بجٹ کا کم از کم 25 فیصد سیٹیزن کمیونٹی بورڈز کے ذریعے خرچ کیے جانے کی شرط عائد ہے۔ ہر یونین، تحصیل، ٹاؤن اور ضلع میں غیر منتخب شہریوں کا کوئی گروہ خود کو سٹیزن کمیونٹی بورڈ کے طور پر رجسٹر کرواسکتا ہے۔

کمیونٹی بورڈ منصوبے کے ڈیزائن، اس کے نفاذ و انتظام کی نگرانی میں مدد کرتے ہیں۔ ضلع سے نیچے ہر یونین کونسل کو صوبائی حکومت سے مساوی رقم ملتی ہے جسے مقامی آبادی کی ضروریات پر خرچ کرنا ہوتا ہے۔

غیر رسمی پیداواری شعبہ کے کارکنوں کیلئے بجٹ میں مختص کردہ رقومات

دورانِ تحقیق وفاقی، صوبائی یا مقامی سطح پر بجٹ میں ایسی کسی رقم کا پتہ نہیں چلا جو غیر رسمی شعبہ میں کام کرنے والوں کی براہ راست ہدف کرتی یا مدد کرتی ہو۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ چونکہ یہ مقرر کردہ ہے اس لیے اس میں تبدیلی کی گنجائش نہیں۔

وہ حکومتی ادارے جو غیر رسمی شعبہ کے کارکنوں کیلئے بجٹ مختص کرنے میں مددگار ثابت ہو سکتے ہیں درج ذیل ہیں:

- وزارتِ خزانہ (جو کہ وفاقی سطح پر بجٹ بناتی اور فنڈز مختص کرتی ہے)

- پلاننگ کمیشن اور پنجاب پلاننگ وڈ ویلپمنٹ ڈیپارٹمنٹ (جو کہ ترقیاتی منصوبہ بندی کرنے کے ذمہ دار ہیں)
- وزارتِ محنت کش اور وزارتِ ترقی برائے خواتین (وفاقی سطح پر) اور محکمے (صوبائی سطح پر)
- محکمہ برائے تجارت وصنعت
- ضلعی حکومت

وزارتِ خزانہ نے 09-2008ء میں کل وفاقی بجٹ کا 3 فیصد حاصل کیا۔ بجٹ سازی میں اس کے مجموعی کردار کے علاوہ وزارتِ خزانہ کئی پروگراموں اور سکیموں کا بھی انتظام کرتی ہے۔ اس وقت سب سے بڑا پروگرام بینظیر انکم سپورٹ پروگرام ہے جس میں 09-2008ء کے دوران 34 ارب روپے مختص کیے گئے جبکہ گزشتہ سال اس کیلئے 50 ارب روپے رکھے گئے تھے۔ اس پروگرام کے تحت 6 ہزار روپے سے کم کمانے والے خاندانوں اور ایسی بیواؤں اور مطلقہ عورتوں کیلئے جن کے گھروں میں بالغ مرد نہ ہوں یا ہوں تو معذور ہوں یا کسی دائمی مرض میں مبتلا ہوں، ہی کو مالی امداد دی جاتی ہے۔ مستحق عورتوں کو اس امداد کے حصول کیلئے قومی شناختی کارڈ پیش کرنا لازم ہے۔ کئی غریب عورتوں کیلئے یہ شرط ایک مسئلہ ہے۔

غیر رسمی پیداواری شعبہ سے منسلک محنت کشوں کیلئے امداد کے ممکنہ ذرائع ''چھوٹے اور درمیانی اداروں کیلئے شراکتی پالیسی کی حمایت'' اور ''صنف اور طرزِ حکمرانی کیلئے تکنیکی مدد'' کے بجٹ ہیں۔ اول الذکر کیلئے 09-2008ء میں صرف 7.7 کروڑ روپے کی رقم رکھی گئی جو کہ 08-2007ء میں رکھی گئی 5.533 ارب روپے سے بہت کم تھی۔ مؤخر الذکر کیلئے مختص کردہ بجٹ میں بھی کافی کمی دیکھی گئی۔ 08-2007ء میں اس مد میں 85.8 کروڑ روپے رکھے گئے جو کہ 09-2008ء میں کم ہو کر صرف 6.3 کروڑ روپے رہ گئے۔

پلاننگ کمیشن کو 09-2008ء کے وفاقی بجٹ میں 5 فیصد حصہ ملا۔ اس کمیشن کے امور میں دوسری ذمہ داریوں کے علاوہ ترقی اور ترقیاتی بجٹ کی نگرانی، معاشی تحقیق اور غربت میں کمی کیلئے امداد شامل ہے۔ کمیشن اپنی جاری تحقیق اور منصوبہ بندی میں غیر رسمی پیداواری شعبے کو بھی شامل کر سکتا تھا۔

وفاقی وزارتِ محنت وافرادی قوت نے 09-2008ء میں وفاقی بجٹ کا ایک فیصد سے بھی کم حاصل کیا۔ وزارت نے

ہنرمندی کی تربیت کے 5 مراکز قائم کیے ہیں جو کہ اسلام آباد، کراچی، لاہور، پشاور اور کوئٹہ میں واقع ہیں۔ یہ مراکز کارکنوں کو صنعتی و کاروباری شعبوں کیلئے تربیت دیتے ہیں۔ اب تک 46,674 کارکن یہاں سے تربیت پا چکے ہیں۔ مستقبل میں وہ گھروں میں کام کرنے والے محنت کشوں کو اپنے تربیتی پروگراموں میں شریک کر سکتے ہیں۔

پنجاب کا **محکمہ محنت کش** گھریلو کاروبار کے فروغ کیلئے قرضے جاری کرنے کیلئے 1,63,389 ارب روپے مختص کرتا ہے۔ یہ رقم گھروں میں کام کرنے والے کارکنوں کو بھی دی جا سکتی ہے۔

سنٹر فار دی امپرومنٹ آف ورکنگ کنڈیشنز اینڈ انوائرمنٹ (CIWCE) کا محکمہ محنت پنجاب کا ایک حصہ ہے۔ یہ صوبائی حکومت کے فنڈز سے تحقیق و تربیت اور منصوبوں کے نفاذ کا بندوبست کرتا ہے۔ ان فنڈز کو خصوصی اقدامات کے ذریعے گھروں میں کام کرنے والے محنت کشوں کو مدِنظر رکھ کر استعمال میں لایا جا سکتا ہے۔

CIWCE نئے قوانین کے مسودے تیار کرنے کا بھی ذمہ دار ہے۔ 2007ء سے 2009ء کے درمیان اس نے دو نئے قوانین کے مسودے تیار کیے۔ 09-2008ء میں صوبائی حکومت نے پیشہ جات میں سیفٹی اینڈ ہیلتھ ایکٹ 2009ء کی تیاری کیلئے 1.3 کروڑ روپے کی رقم مختص کی۔ منظوری کے بعد یہ ایکٹ ٹھیکیدار اور کارکن کے درمیان تعلق کو بہتر بنائے گا اور فیکٹریوں کو ٹھیکے پر کام کرنے والے محنت کشوں کیلئے ذمہ دار بنائے گا لیکن موجودہ مسودہ گھریلو کارکنوں کو تحفظ فراہم نہیں کرتا۔

وفاقی وزارتِ ترقی برائے خواتین اپنا بجٹ عورتوں کے پروگراموں پر خرچ کرتی ہے۔ وزارت گھریلو کارکنوں کے بھی خصوصی اقدام کا اعلان کر سکتی ہے اور یہ عورتوں کی استعدادِ کار بڑھانے کے پروگرام کیلئے مختص کردہ کچھ رقم بھی گھریلو کارکنوں کی ہنرمندی کو بہتر بنانے کیلئے استعمال ہو سکتی ہے۔

پنجاب کا **محکمہ ترقی خواتین**، وزارتِ ترقی برائے خواتین کے تیار کردہ منصوبے نافذ کرتا ہے۔ اس وقت یہ محکمہ کمزور ہے اور صرف چند رُکنی سٹاف پر مشتمل ہے۔ ضلعی سطح پر خواتین کی ترقی شعبہ کمیونٹی ڈویلپمنٹ کے تحت آتی ہے۔

محکمہ تجارت و صنعت نے سال 09-2008ء کے دوران عورتوں میں کاروباری صلاحیت کی نشوونما کیلئے 3.57 کروڑ روپے مختص کیے ہیں۔ یہ رقم محکمہ کے کل بجٹ کا آدھا فیصد سے بھی کم ہے۔ **''ایک گاؤں ایک پیداوار پروگرام''**۔ دیہی

علاقوں کے غیر رسمی پیداواری شعبے سے منسلک کارکنوں کو مہارتوں کی تربیت کا موقع فراہم کرتا ہے۔ سال 2008-09ء میں اس مد کے تحت 50 کروڑ روپے مختص کیے گئے۔اسی طرح کا پروگرام شہری علاقوں میں بھی چلایا جا سکتا ہے۔

لاہور سٹی ڈسٹرکٹ کے 2008-09ء کیلئے بجٹ میں ایسی کوئی رکھی گئی رقم نظرنہیں آتی جو غیر رسمی شعبے سے کارکنوں کو ان کے کام کے حوالے سے کوئی مدد فراہم کر سکے۔ بجٹ میں 2 لاکھ روپے کی حقیر سی رقم عورتوں کی بھلائی کیلئے ضرور رکھی گئی ہے تاہم یہ واضح نہیں کہ اس رقم کو استعمال کیسے کیا جائے گا۔

سال 2008-09ء کیلئے راوی ٹاؤن کا کل بجٹ 1.56 کروڑ روپے تھا۔ یہ چھوٹی سی رقم غیر رسمی پیداواری شعبے کے کارکنوں کی ضروریات پوری کرنے کیلئے نا کافی ہے۔

آئندہ کالائحہ عمل

مستقبل قریب میں سارا زور گھریلو کارکن خواتین کیلئے لگایا جانا چاہیے۔اس سفارش کی وجوہات درج ذیل ہیں:

- پاکستان میں عورتیں کسی اور قسم کے کام کی نسبت سے اس کام سے زیادہ منسلک ہیں اور گھریلو کارکن ملک بھر میں تمام شہری اور شہر کے مضافاتی علاقوں میں پائے جاتے ہیں۔
- اس کام سے منسلک عورتیں غریب ہیں اور وہ اور ان کے خاندان منصفانہ ادائیگی اور باوقار کام سے مستفید ہوں گے۔
- پالیسی کا مسودہ پہلے ہی تیار ہو چکا ہے اور حکومت کے اندر اس کی حمایت موجود ہے۔ وزارتِ ترقی برائے خواتین نے اس پالیسی کی تیاری میں قومی کمیشن برائے خواتین کی حیثیت کے ساتھ مل کر کام کیا ہے۔لیکن وزارتِ محنت نے اس مسئلہ پر ابھی تک کچھ نہیں کیا اور اس نے متعلقہ آئی ایل او کنونشن پر دستخط اور توثیق بھی نہیں کی۔
- گھریلو کارکنوں پر کی جانے والی کئی تحقیقی مطالعوں میں عمل کی ضرورت اُجاگر کی گئی ہے۔ مقامی اور بین الاقوامی تنظیمیں دونوں اس مسئلے میں دلچسپی رکھتی ہیں۔ مقامی تنظیموں میں ہوم نیٹ، ویمن ورکرز ہیلپ لائن، پاکستان انسٹیٹیوٹ آف لیبر ایجوکیشن اینڈ ریسرچ، سنگی فاؤنڈیشن اور عورت فاؤنڈیشن شامل ہیں۔

بجٹ کی اصطلاحات میں ضلعی، صوبائی اور وفاقی سطح پر عوامی پیروی کے ذریعے فنڈز مختص کرنے کی تحریک پیدا کی جاسکتی

ہے۔ گھریلو کارکنوں کو تنہا کر دینا، کم معاوضے، کام ملنے میں بے قاعدگی اور اجتماعی سودا کاری کی صلاحیت کی نشو ونما جیسے مسائل کے حل کیلئے بجٹ میں فنڈ ز رکھے جا سکتے ہیں۔

شاہدرہ میں تجرباتی طور پر ایک پروگرام شروع کیا جا سکتا ہے جس کے خدوخال پاکستانی زلزلے کے بعد قائم کردہ خواتین کی ''محفوظ جگہیں'' کی طرز پر ہوں گے۔ گھریلو کارکنوں کیلئے خواتین کی ''محفوظ جگہیں'' ان کے باہم مل بیٹھنے، استعدادِ کار کی تعمیر کرنے اور کام حاصل کرنے کا مرکز بن سکتی ہے۔ ایک کوآرڈی نیٹر کے ذریعے گھریلو کارکن خواتین اپنی سرگرمیوں کی منصوبہ بندی کریں گی۔ اس کوآرڈی نیٹر کی مدد کیلئے خواتین کارکنوں پر مشتمل ایک مشاورتی کمیٹی ہوگی۔

اس تجرباتی پروگرام کو چلانے کیلئے نہایت معمولی رقم درکار ہوگی۔ ایک کوآرڈی نیٹر، ایک منتظم اور اکاؤنٹنٹ، ایک محافظ اور صفائی کرنے والے کو معاوضے کی ادائیگی کیلئے ایک لاکھ روپے سالانہ سے زیادہ رقم کی ضرورت نہ ہوگی۔ کل سالانہ بجٹ پانچ لاکھ روپے سے زائد نہ ہوگا۔ اس کیلئے فنڈز ان ڈونرز سے بھی مل سکتے ہیں جنہوں نے گھریلو کارکنوں پر تحقیق میں مالی معاونت کی ہے۔

شـــرکت گاہ

ویمنز ریسورس سنٹر

لاہور: e-mail: sgah@sgah.org.pk

کراچی: e-mail: shirkat@cyber.net.pk

پشاور: e-mail: sgpesh@gmail.com

ویب سائٹ: www.shirkatgah.org